# شاعرِ مشرقؒ اور تحفظِ ختم نبوت

سعید الرحمٰن درخواستی

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ بیسویں صدی میں برصغیر پاک وہند کے ایک عظیم فلسفی اور شاعر تھے، انہوں نے برصغیر کو دو چیزیں دی ہیں:

(۱)......مشترکہ ہندوستان کو برطانوی غلامی کے خلاف انقلابی نوا، کہ ان کی شاعری میں غیر ملکی غلامی کے خلاف احتجاج بھی تھا اور اجتماعی جدوجہد کی ایک دعوت بھی، اردو شاعری نے ان کے رشحاتِ قلم سے نئے بال و پر حاصل کئے۔

(۲)......وہ ہندوستان میں اسلامی فکر کے اثباتی شاعر تھے، ان کا فلسفہ، قرآن کی دعوت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر تھا، وہ ملتِ اسلامیہ کی عظمتِ رفتہ کو لوٹانے کے متمنی اور عصرِ حاضر کے مادی معاشرے میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے خواہش مند تھے، پاکستان انہیں اپنے وجود کا مصور کہتا اور اپنی قومی زندگی میں حکیم الامت کے خطاب سے نوازتا ہے۔ ادھر ہندوستان بھی انہیں سر کا خطاب دیتے ہوئے ان کی عظمتوں کا معترف ہے، ہندوستان اور پاکستان میں شدید سیاسی فاصلے کے باوجود دونوں مملکتوں نے پورا سال علامہ اقبالؒ کی پیدائش کے صد سالہ جشن کا اعلان کیا تھا۔

پنڈت جواہر لال نہرو، مہاتما گاندھی کے بعد ہندوستان کے سب سے بڑے رہنما تھے، ہندوستان آزاد ہوا تو وہ پہلے وزیر اعظم منتخب کئے گئے اور اپنی موت تک اسی عہدے پر متمکن رہے، انہوں نے اپنے بعض خطوط کے علاوہ اپنی کتاب ''تلاش ہند'' (Discovery of India) میں علامہ اقبالؒ کی فکری سیادت کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

علامہ اقبالؒ نے قادیانیت کا محاسبہ کیا تو جواہر لال نہرو نے ان سے بحث چھیڑ دی اور قادیانیت کو ملتِ اسلامیہ کا جزو قرار دے کر بالواسطہ اس کا دفاع کیا، علامہ اقبالؒ نے اس کا مسکت جواب دیا، جواہر لال سپر انداز ہو گئے، علامہ نے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قادیانیت کی چند خدمات کا صلہ دینے کی مجاز ہے، لیکن مسلمانوں کے لئے قادیانیت کو نظر انداز کرنا خطرہ کا باعث ہے، اس طرح نہ صرف ملت اسلامیہ کی وحدت ختم ہوتی، بلکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی

امت کا بٹوارا ہوکر تشتت وافتراق کی راہیں کھلتی ہیں اوران کے بنیادی معتقدات کی عمارت منہدم ہوجاتی ہے۔

علامہ اقبالؒ اور پنڈت جواہر لال نہرو میں خط وکتابت بھی ہوتی تھی، پنڈت نے علامہ اقبال سے قادیانیت کے متعلق استفسار کیا تو اس کے جواب اوران مضامین کے سلسلے میں علامہ نے پنڈت کو لکھا:

''اس سے متعلق میرے ذہن میں کوئی شک نہیں کہ احمدی (قادیانی) اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔''

پنڈت جی نے اپنے نام بڑے آدمیوں کے خطوط کا ایک مجموعہ (A Bunch of Old Letters) شائع کیا ہے، اس میں علامہ اقبالؒ کا محولہ بالا خط موجود ہے۔

**قادیانیت کیا ہے؟**......مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں، مرزا کا خاندان سکھوں کے عہد اقتدار میں ان کی فوج میں ملازم تھا (سر لیپل گریفن کی کتاب ''رئیسان پنجاب'') ان کے دادا عطا محمد اور عطا محمد کا والد گل محمد سکھوں کی طرف سے لڑتے رہے، عطا محمد سردار فتح سنگھ اور اہلو والا کی جاگری میں بارہ سال میگوال رہا، مہاراجہ رنجیت سنگھ نے عطا محمد کی رحلت کے بعد، اس کے بیٹے غلام مرتضیٰ (والد مرزا غلام احمد قادیانی) کو واپس بلالیا، جدی جاگیر کا ایک حصہ عطا کیا، غلام مرتضیٰ مہاراجہ کی فوج میں داخل ہوگیا اور کشمیر کی سرحدوں کے علاوہ بعض دوسرے مقامات میں مسلمانوں کی سرکوبی پر مامور ہوا، غلام مرتضیٰ نے سکھوں کی فوج میں بھرتی ہوکر ہری سنگھ ملوہ کے زیر قیادت پٹھانوں پر طورخم تک چڑھائی کی، حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کی جماعت کو بالاکوٹ میں شہید کرنے والی فوج میں شامل تھا، انگریزوں نے پنجاب فتح کیا تو وہ اور اس کے بھائی ان کے ہوگئے اور سات سو روپے پینشن حاصل کی، مرزا غلام قادر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کو مٹانے کے لئے جنرل نکلسن کی فوج میں تھا، اس نے ۲۶ نیو انفنٹری (سیالکوٹ) کے باغی نوجوان کو جنرل نکلسن کے ساتھ دردناک اذیتیں دے کر ہلاک کیا، جنرل نکلسن نے لکھا کہ قادیان کے تمام دوسرے خاندان سے یہ خاندان نمک حلال رہا ہے، مرزا صاحب نے اپنی کئی کتابوں میں انگریزوں سے اپنی غیر متزلزل وفاداری کا اعتراف کیا اور اس پر فخر وناز کیا ہے اور خلاصہ اس کا خود مرزا صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ وفاداری کی ان کتابوں سے پچاس الماریاں بھرتی ہیں۔

**قادیانیت کا آغاز:**......مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے وقت اس کی عمر سولہ یا سترہ برس کی تھی، ابتداً ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں قلیل تنخواہ پر محرری کی اور ۱۸۶۶ء سے ۱۸۶۸ء تک ملازم رہا، ۱۸۶۹ء کے شروع میں برطانوی ایڈیٹروں اور مسیحی رہنماؤں کا ایک وفد اس غرض سے ہندوستان آیا کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کیونکر پیدا کی جاسکتی ہے اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سلب کرکے انہیں کیونکر رام کیا جاسکتا ہے، اس وفد نے ۱۸۷۰ء میں واپس جاکر دو رپورٹیں مرتب کیں، ان میں ''برطانوی سلطنت کا ہندوستان میں وارد'' (The Arrival of the British in India) کے مرتبین نے لکھا کہ:

''ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھادھند پیروکار ہے، اگر اس وقت ہمیں ایسا کوئی آدمی مل جائے جو''اپاسٹالک پرافٹ''(حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لئے کام لیا جاسکتا ہے۔''(تلخیصات)

مرزا غلام احمد قادیانی اس غرض سے نامزد کیا گیا، اس نے پہلے تو ایک مناظر کا روپ دھارا کہ پادریوں کے تابڑ توڑ حملوں سے مسلمان ناخوش تھے، گویا مرزا صاحب مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ابتداً اس طرح نمودار ہوئے، پھر ایک جماعت پیدا کر کے ۱۸۸۰ء میں ملہم من اللہ ہونے کا اعلان کیا، پھر اپنے مجدد ہونے کا ناد پھونکا، دسمبر ۱۸۸۸ء میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کردیا اور اپنے ظلی نبی ہونے کی اصطلاح ایجاد فرمائی، نومبر ۱۹۰۴ء میں اپنے کرشن ہونے کا بیان داغا، اس دوران میں یہ کارنامہ بھی سرانجام دیا کہ آریہ سماج سے ٹکراؤ پیدا کیا، ہندوستان سے متعلق عریاں باتیں لکھیں، اسی کا نتیجہ تھا کہ سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش کا آخری باب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دریدہ ذہنی سے لکھا گیا اور یہ برصغیر کے مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک دوسرے سے لڑانے، بھڑانے اور کٹانے کا برطانوی حربہ تھا۔

**حرمتِ جہاد اور اطاعتِ برطانیہ:**......مرزا قادیانی نے اپنی نبوت کا آغاز ان دعاوی سے کیا کہ:

(۱)......''میرے پانچ اصول ہیں، جن میں دو حرمتِ جہاد اور اطاعتِ برطانیہ ہیں۔''(تبلیغ رسالت از غلام احمد ص:۱۰۷)

(۲)......''میں نے مخالفتِ جہاد کو پھیلانے کے لئے عربی وفارسی کتابیں تالیف کیں اور وہ تمام عرب، شام، مصر، بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں، میں یقین کرتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔''(تبلیغ رسالت، ص ۶۲ از غلام احمد)

(۳)......''میں نے ۲۲ برس سے اپنے ذمہ یہ فرض لے رکھا ہے کہ وہ تمام کتابیں، جن میں جہاد کی مخالفت ہو، اسلامی ملکوں میں ضرور بھیج دیا کروں گا۔''(تبلیغ رسالت، ص:۲۶، ج:۱۰)

(۴)......''میں سولہ برس سے متواتر ان تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانانِ ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔''(تبلیغ رسالت، ص:۳۰۰، ج:۳)

(۵)......''مجھے مسیح ومہدی جان لینا ہی حکم جہاد کا انکار ہے۔''(تبلیغ رسالت، ج: ہفتم)

یہ تھا باپ کا کلام، مرزا کے بیٹے کا ارشاد ہے:

(۶)......''حضرت مسیح موعود نے اپنی پاک تعلیم میں گورنمنٹ عالیہ کی اطاعت ووفاداری کو جزو مذہب قرار دے کر ان منافق مسلمانوں سے ہمیں علیحدہ کردیا، جو خونی مہدی کے انتظار میں ہیں کہ وہ عیسائی سلطنتوں کو مٹا کر ان نام کے مسلمان کو حکمران بنادے گا۔''(الفضل، ج:۴، نمبر ۸۲، یکم مئی ۱۹۱۷ء)

(۷)......''ہمارے سر پر سلطنت برطانیہ کے بہت احسان ہیں، وہ مسلمان سخت جاہل، سخت نادان اور سخت نالائق

ہیں، جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے، اس گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں تو ہم خدا کے بھی ناشکر گزار ہوں گے، خدا کا مسیح تو کہتا ہے کہ ہر مسلمان کو انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعا کرنی چاہئے، لیکن جاہل نادان اور نالائق مسلمان کہتا ہے کہ انگریزوں کو شکست ہو تو زیادہ بہتر ہے۔" (الفضل، ۵/ جون، ۱۹۴۰ء خطبہ مرزا البشیر الدین)

(۸)...... "بعض احمق سوال کرتے ہیں، اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ یہ گورنمنٹ ہماری محسن ہے، اس کا شکر ادا کرنا فرض اور واجب ہے، محسن کی بدخواہی ایک بدکار اور حرامی کا کام ہے۔" (الفضل، ج:۲۷، ۱۲/ ستمبر ۱۹۳۹ء)

(۹)...... مسیح مدعو (مرزا غلام احمد) فرماتے ہیں: "میں مہدی ہوں، برطانوی حکومت میری تلوار ہے، ہمیں بغداد کی فتح سے کیوں خوشی نہ ہو؟ عراق، عرب، شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔" (الفضل، ج:۶، ۷/ ستمبر ۱۹۱۰ء)

(۱۰)...... "ہم نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔" (تبلیغ رسالت، ج:۷)

**پس منظر و پیش منظر:**...... مرزا صاحب ان دعاوی کو لے کر میدان میں آئے، تو برصغیر میں مصالح و مقاصد کا نقشہ یہ تھا کہ:

(۱)...... سارا ملک برطانوی اقتدار کے شکنجے میں آ چکا تھا، لیکن مسلمانوں کے دل و دماغ میں جہاد کا جو عقیدہ راسخ تھا، انگریز اس کی ناقابل تسخیر اسپرٹ سے پریشان تھے، مسٹر ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر کی تصنیف "ہمارے ہندوستانی مسلمان" ظاہر کرتی ہے کہ انگریز جہاد کا اس روح سے کیونکر ہراساں تھے، اس کے علاوہ اور بہت سی برطانوی یادداشتیں، مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے انگریزوں کی سراسیمگی ظاہر کرتی ہیں۔

(۲)...... انگریز سب سے پہلے بنگال پر قابض ہوئے، وہ ۱۸۵۷ء سے کہیں پہلے بنگال کے مسلمانوں کو ان کی طویل مزاحمت کے بعد زیر کر چکے تھے، ان کے شمال و جنوب کے علاقوں میں انگریزوں کے لئے کوئی خطرہ نہ تھا، وہاں بعض علماء کی طرف سے اس قسم کے فتویٰ چل رہے تھے اور محمڈن سوسائٹی کلکتہ نے بھی مکہ مکرمہ کے بعض علماء سے اسی قسم کا فتویٰ حاصل کر کے شائع کیا تھا کہ ہندوستان دار الحرب نہیں، دار الاسلام ہے۔

(۳)...... برصغیر کے جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں تھے اور یہ صوبے بنگال سے ادھر صوبہ بہار سے شروع ہو کر دہلی تک تھے اور دہلی سے آگے پنجاب تھا، ان کی حد بندی اس طرح کی گئی کہ مسلمان وسط ہند کے تمام صوبوں میں عدداً اقلیت میں تھے، سلطنت اودھ کے مسلمانوں کو مغلوب کر لیا گیا اور دہلی کے مسلمان ملیامیٹ ہو چکے تھے، حتیٰ کہ آخری فرمانروا بہادر شاہ ظفر کو قید کر کے رنگون میں جلاوطن کیا گیا اور قید رکھا گیا، اب مسئلہ شمال مغربی سرحدی علاقوں کی مسلمان اکثریت کا تھا، اس کے تمام علاقے افغانستان سے ملحق تھے اور ان میں جذبہ جہاد ختم ہونے والا تھا، سرحد، بلوچستان اور سندھ میں انگریز حکمران ہو چکے تھے، لیکن مسلمانوں کے جہاد اور انگریزوں کے استعمار میں جھڑپیں جاری تھیں۔

(۴)...... جنگ امبیلہ (صوبہ سرحد) ۱۸۶۳ء میں ہوئی، اس کے مجاہدین و معاونین جو ہندوستان کو دار الحرب کہتے اور جہاد کو فرض قرار دیتے تھے، انگریزوں کے لئے داخلی طور پر خطرہ تھے۔

(۵)......انگریزوں نے ۱۸۶۴ء سے ۱۸۷۱ء تک پٹنہ، راج محل، مالدہ اور انبالہ میں ان علماء اور ان کے معاونین پر پانچ مقدمات قائم کئے، جو ہندوستان میں برطانوی اقتدار کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے جہاد کا مشن قائم کئے ہوئے تھے، انہیں موت، عمر قید اور ضبطی جائیداد کی سخت سے سخت سزائیں دے کر پامال کیا گیا۔

(۶)......افغانستان میں برطانوی اقتدار کی بیل منڈھے نہ چڑھی تو ۱۸۹۲ء میں سر مارٹیمر ڈیونڈر نے افغانستان اور ہندوستان کے مابین طورخم کے ساتھ سرحدی لائن قائم کی، جو ڈیونڈر لائن کہلاتی رہی اور اب بھی سرکاری کاغذوں میں اس کا یہی نام چلا آرہا ہے۔

(۷)......پنجاب مسلمانوں کی اکثریت کا وسیع تر علاقہ تھا، انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی کو اس صوبہ ہی کے بل بوتے پر ختم کیا اور تجربہ سے اندازہ ہوگیا کہ اس کے لئے پنجاب کا سپاہی ایک عظیم فوجی متاع ہے، ہندوستان بھر میں پنجاب برطانوی عملداری کے لئے ریڑھ کی ہڈی تھا، یہاں کے رؤسا نے انگریزوں کی توقعات سے کہیں زیادہ برطانوی عملداری کے لئے جاں سپاری اور وفاداری بشرطِ استواری کا ثبوت دیا تھا، پنجاب کی سرحدوں سے منسلک صوبوں میں روح جہاد قائم تھی اور وہ تمام تر پاکستان کے علاقے تھے، ان علاقوں سے ملحق افغانستان وایران تھے، ان سے آگے دور دور تک اسلامی مملکتوں کا جال بچھا ہوا تھا، ادھر ان علاقوں کے شانوں پر روس تھا اور برطانوی عملداری روس کو اپنے لئے خطرہ سمجھتی تھی، پنجاب کو اپنے قبضے میں رکھنے اور ان علاقوں سے روح جہاد ختم کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کو برطانوی سرکار نے مبعوث کیا، برطانوی سرکار کو بزعم خویش یقین تھا کہ پنجاب ایک ملہم کی معرفت اپنے سانچہ میں ڈھالا جاسکتا اور گردوپیش کے مسلمان اس طرح زیر کئے جاسکتے ہیں۔

اگر ان علاقوں کے مسلمان زیر نہ ہوں تو اس ملہم کو پیدا کر کے علماء کا محاذ اس کی طرف پھیرا جاسکتا ہے اور اس طرح مسئلہ جہاد ٹل سکتا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی اس ضرورت ہی کی پیداوار تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمان عوام کو پادریوں کے خلاف بھڑکایا اور مسیحی عقائد پر رکیک حملے کئے تو پادریوں نے برطانوی سرکار سے شکایت کی کہ مرزا توہین مسیحیت کا مرتکب ہو رہا ہے، مرزا نے ملکہ وکٹوریہ کو خط لکھا کہ:

''مشنریوں سے مناظرہ کرتا ہوں تو مسلمانوں میں تنسیخ جہاد کا اعتبار بڑھتا ہے۔''

ایک دوسری جگہ لکھتا ہے:

''میں نے عیسائی رسالہ نور افشاں کے جواب میں سختی کی تو اس کا مقصد یہ تھا کہ سریع الغضب مسلمانوں کے وحشیانہ جوش کو ٹھنڈا کیا جائے اور میں نے حکمت عملی سے وحشی مسلمانوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا۔''

گویا مرزا صاحب پادریوں سے عیسائیت اور اسلام کے زیر عنوان جو مناظرے کرتے تھے، وہ صرف اس غرض سے تھے کہ مسلمانوں کا ان پر اعتماد قائم ہو کہ وہ انگریزوں کے فرستادہ نہیں بلکہ جہاد کی منسوخی کا اعلان ایک مہلم کی حیثیت سے

خدا کی رضا پر کرتے ہیں۔

مرزا صاحب نے اپنے تئیں نبی منوانے کے لئے بے تحاشہ گالی گلوچ کی، اس وقت تمام ہندوستان میں پنجاب ہی شاید سب سے ان پڑھ صوبہ تھا، اس کے باشندوں کو اس طرح مرغوب کیا کہ:

(۱)...... ''تمام مسلمانوں نے مجھے قبول کرلیا ہے، صرف کنجریوں اور بدکار عورتوں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔'' (آئینہ کمالات ص:۵۴۷)

(۲)...... ''جو شخص میرا مخالف ہے، وہ مشرک اور جہنمی ہے۔'' (تبلیغ رسالت، ص:۲۷۸، ج:۹)

(۳)...... ''جو شخص ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا، تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حرام زادوں کی یہی نشانی ہے۔''

(۴)...... ''ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئیں۔'' (درثمین عربی، ص:۲۴۹)

مرزا غلام احمد قادیانی ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پا گیا، ان کے جانشینوں حکیم نور الدین خلیفہ اول ۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۴ء اور ثانیاً مرزا بشیر الدین خلیفہ ثانی (۱۹۱۴ء تا ۱۹۶۵ء) نے احمدیت کو استعمار کی ایجنسی بنایا، اس ایجنسی نے پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں کی بے نظیر خدمات انجام دیں، عرب ریاستوں کو مسلمانوں کی وضع قطع اور مسلک و مشرب کا فریب دے کر ان کی قطع و برید کا برطانوی مشن پورا کیا اور جاسوسی کرتے رہے، ادھر ہندوستان میں جاسوسی کے مرکزی و صوبائی محکموں سے متعلق رہے، مسلمانوں کو برطانیہ سے وفاداری کا سبق اس طرح پڑھایا کہ ان کے روحانی رشتے کی روح مفقود ہو جائے، پہلی جنگ عظیم میں بغداد کے سقوط پر چراغاں کیا، مدینہ و مکہ کے متعلق حقیقۃ الرؤیا (مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود) میں لکھا کہ ان کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو گیا ہے۔

قادیان کے متعلق الفضل ۳/ جنوری ۱۹۲۵ء میں لکھا کہ وہ تمام جہان والوں کے لئے ام ہے، اس مقامِ مقدس سے دنیا کے ہر شخص کو فیض حاصل ہو سکتا ہے۔

الفضل ۱۲/ ستمبر ۱۹۳۵ء میں مرقوم ہے کہ: ''ہم ان لوگوں سے متفق نہیں، جو کہتے ہیں کہ کسی صورت میں بھی حرمین پر حملہ نہیں کیا جا سکتا، مدینہ پر بھی چڑھائی ہو سکتی ہے۔''

اس سے پہلے ۱۱/ ستمبر ۱۹۳۲ء کے الفضل میں مرقوم تھا کہ: ''قادیان میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں، قادیان کا سالانہ جلسہ ظلی حج ہے اور یہ نفل اب فرض بن گیا ہے۔''

**اسلامی ریاستوں میں قادیانی جاسوس:**...... مرزا غلام احمد قادیانی نے ملک سے باہر جہاد کی تنسیخ اور برطانیہ کی اطاعت سے متعلق بقول خود بے پناہ لٹریچر بھجوایا اور مسلمان ملکوں میں تقسیم کرایا، ان کا بیٹا بشیر الدین محمود ثانی ایک شاطر انسان تھا، اس نے اپنے معتقدین کو انگریزوں کی جاسوسی کے لئے مقرر کیا، بعض جگہ مشن قائم کئے، بعض جگہ

ملازمتیں دلوائیں اور بعض جگہ پہلی جنگ عظیم میں عرب ریاستوں کے احوال و آثار چوری کرنے کے لئے اپنے معتقدین بھیجے، مثلاً:

(۱)......پہلی جنگ عظیم میں اپنے سالے ولی اللہ زین العابدین کو سلطنت عثمانیہ میں بھیجا، اس نے ترکوں کی پانچویں ڈویژن کے انچارج جمال پاشا کی معرفت ۱۹۱۷ء میں القدس یونیورسٹی دمشق میں دینیات کی لیکچر شپ حاصل کی، لیکن اس کا کام انگریزی فوجوں کے لئے جاسوسی کرنا تھا کہ وہ دمشق میں کیونکر داخل ہوسکتی ہیں، جونہی انگریزی فوجیں دمشق میں داخل ہوئیں، وہ انگریزی کمانڈر کے حسب ہدایت مامور ہوگیا اور عربوں کو ترکوں سے بھڑکانے کے فرائض انجام دیتا رہا، لیکن جب عراقی اس کے جاسوسی کے خط و خال سے آگاہ ہوگئے تو بھاگ کر قادیان آگیا اور ناظر امور عامہ ہوگیا۔

(۲)......پہلی جنگ عظیم کے فوراً بعد مکہ مکرمہ میں احمدیہ مشن قائم کیا گیا، میر محمد سعید حیدرآبادی اس کا انچارج تھا اور کرنل ٹی ڈبلیو لارنس (برطانوی محکمہ جاسوسی کا اہم عہدیدار) کی ہدایت پر کام کرتا تھا، اس مشن کے ارکان نے مکہ مکرمہ اور ترکی میں برطانوی مصالح کے مطابق تخریب کاری کا جال بچھایا۔ الفضل ۳/ستمبر ۱۹۲۵ء ملاحظہ ہو) آخر ابن سعود اور مصطفیٰ کمال کے مستحکم ہونے پر مرزائی سب کچھ چھوڑ کر حجاز و ترکی سے فرار ہوگئے، انہیں معلوم ہوچکا تھا کہ وہ گرفتار کئے جا رہے ہیں اور ان کے جرم کی سزا موت ہے۔

(۳)......ترکی میں مصطفیٰ کمال کو قتل کرنے کے لئے مصطفیٰ صغیر نام کے جس نوجوان کو مامور کیا گیا اور مرزا معراج دین (سپرنٹنڈنٹ، سی آئی ڈی) ایک تاجر کی حیثیت سے اس کے ساتھ منسلک کئے گئے، اس نوجوان (مصطفیٰ صغیر) کو مرزا بشیر الدین محمود نے ایک معتمد جاں نثار کی حیثیت سے مقرر و منتخب کیا اور برطانوی حکومت کے حوالے کیا تھا۔

(۴)......پہلی جنگ عظیم میں برطانوی فوج کامیاب ہوکر عراق میں داخل ہوئی تو اس کے ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کے روپ میں بہت سے ''احمدی'' تھے، ولی اللہ زین العابدین کا چھوٹا بھائی اور مرزا بشیر الدین محمود کا سالا میجر حبیب اللہ شاہ جو انگریزی فوج میں ایک ڈاکٹر تھا، بغداد فتح ہونے پر برطانوی گورنر مقرر کیا گیا، پھر وہ سبکدوش ہوکر واپس آگیا، آخر ۱۹۲۴ء میں عراقی حکومت نے مرزائی عناصر کو ان کی غدارانہ سرگرمیوں کے باعث نکال دیا۔

(۵)......شام میں جلال الدین شمس کو بھیجا گیا، اس کے سپرد فلسطین و شام کا مشن تھا، لیکن دسمبر ۱۹۲۷ء میں اس کی پراسرار سرگرمیوں کے باعث اس پر قاتلانہ حملہ ہوا، وہ بچ گیا، لیکن بہت دیر تک زیر علاج رہا، شام میں استعماری گرفت ڈھیلی پڑگئی تو جلال الدین شمس کو نکال دیا گیا اور وہ ۱۷/ مارچ ۱۹۲۸ء کو حیفا آگیا، اب برطانوی مصالح کا مرکز فلسطین تھا اور اس کو یہودی ریاست بنانے کے لئے عربوں کی وحدت میں نقب لگانے والے ایسے ہی نام نہاد مسلمان درکار تھے، جو مرزا بشیر الدین محمود نے مہیا کئے، فلسطین میں برطانیہ کی جاسوسی کا افسر اعلیٰ ایک یہودی تھا، احمدی مشن اس کے ماتحت تھا

اور اس طرح یہودیت اور احمدیت کے گٹھ جوڑ کا آغاز ہوا، اس آغاز ہی نے اسرائیل قائم کرنے کی استعماری کوششوں کو پروان چڑھایا، آج احمدی ان بے نظیر خدمات ہی کے صلہ میں اسرائیل کی حکومت سے متمتع ہورہے ہیں اور آج کل عرب ریاستوں کی بیخ کنی اور مخبری کررہے ہیں، لائیڈ جارج (وزیراعظم انگلستان) نے فلسطین میں احمدیوں کی خدمات کا اعتراف کیا اور وہ ان سے غایت درجہ مطمئن تھا۔۱۹۲۴ء میں مرزا البشیر الدین محمود فلسطین گیا اور اس نے اعلان کیا کہ یہودی اس خطے کے مالک ہوجائیں گے (تاریخ احمدی، ص:۴۱۰) مرزا محمود نے فلسطین کے ہائی کمشنر سے ملاقات کی اور آئندہ خدمات کا نقشہ طے پایا، جلال الدین شمس کے ساتھ محمد المغربی الطرابلسی اور عبدالقادر عودہ صالح نام کے دو عربوں کو منتخب کیا گیا، اصلاً دونوں یہودی تھے اور استعماری مقاصد کے لئے انہیں مسلمان کیا گیا تھا۔

(۶)......ہندوستان میں برطانوی حکومت نے روس سے ہمیشہ خطرہ محسوس کیا اور وسط ایشیا میں اسلامی علاقوں کی معرفت اس خطرہ کے مفروضوں یا حقیقتوں کی نوعیت معلوم کرنے کے لئے منتخب وقتوں میں کئی جاسوسی وفد بھیجے جو مختلف واسطوں سے روس جاتے رہے، ایک احمدی محمد امین خان کو ۱۹۲۱ء میں مبلغ کے روپ میں روانہ کیا گیا، وہ ایران کا راستہ معلومات حاصل کرتا ہوا روس میں داخل ہوا، لیکن روسی حکومت نے پکڑ کے جیل میں ڈال دیا، آخر برطانوی مداخلت سے رہا ہوا، اس نے قادیان واپس آکر مرزا البشیر الدین محمود سے مزید ہدایات لیں اور ایک دوسرے شخص ظہور حسین کو ساتھ لے کر لوٹ گیا۔

ظہور حسین بھی روسی پولیس کے ہاتھ آگیا اور انگریزوں کے لئے جاسوسی کے الزام میں ماسکو وغیرہ کے قید خانے میں دو سال رہا، بالآخر برطانوی سفیر مقیم ماسکو کی تگ ودو سے رہا ہوا، شہزادہ ویلز ہندوستان آیا تو مرزا البشیر الدین محمود نے وفاداروں سے متعلق سپاسنامہ پیش کیا، اس میں بڑا ہانکی کہ حضرت مرزا غلام احمد کی پیش گوئی کے مطابق روس کی حکومت بالآخر احمدیوں کے ہاتھ میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ احمدیت کو بخارا میں عنقریب پھیلادے گا۔

(۷)......پہلی جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۹ء میں انگریزوں اور افغانستان کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو قادیانی ایک کمپنی کی شکل میں افغانستان کو انگریزوں کے زیرنگیں لانے کے لئے مصروف ہوگئے، مرزا محمود کا چھوٹا بھائی چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں آنریری کام کرتا رہا۔

برطانوی حکومت اول تو افغانستان کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتی تھی، جب افغانستان اس کی نو آبادی نہ بن سکا تو اپنی ریشہ دوانیوں کے لئے چن لیا، تاکہ افغانستان کمزور ہو، اس کام کے لئے جو مہرے جاسوسی کے تخریبی فرائض انجام دے رہے تھے، ان میں ایک شخص نعمت اللہ قادیانی بھی تھا، اس کو جولائی ۱۹۲۴ء میں گرفتار کرکے سنگسار کیا گیا، فروری ۱۹۲۵ء میں دو اور قادیانی ملا عبدالحلیم اور ملا نور علی اسی پاداش میں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔

قادیانی امت کی برطانیہ سے اندھادھند وفاداری اور مسلمان حلقوں میں انگریزوں کی خاطر جاسوسی کا ریکارڈ اتنا ضخیم ہے کہ

اور کسی سرکاری جماعت کا ریکارڈ اس قدر شرمناک نہیں، اس سے فی الحقیقت سو کتابوں کی ایک لائبریری قائم ہو سکتی ہے۔

**قادیانیوں کے دو شعار اور شاعر مشرقؒ کی عمیق نظر:** ......مرزا غلام احمد اور ان کی امت کے دو ہی شعار رہے ہیں:

(۱)......ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت چھن جانے پر مرزا غلام احمد قادیانی جہاد کی منسوخی کے لئے ایک نبی بن کر سامنے آیا اور اس نے الہام کا جامہ پہن کر اطاعت برطانیہ کو فرض قرار دیا، اس کی امت نے اس کی موت کے بعد ایک ایسے طائفہ کی حیثیت اختیار کر لی جو ہندوستان میں برطانوی استعمار کے انجن کی بھاپ تھا اور جس کے وجود سے مسلمانوں کی وحدت دولخت ہو کر کمزور پڑتی اور ختم ہوتی تھی۔

(۲)......قادیانی امت نے اپنے پیغمبر کی سند لے کر تمام اسلامی ملکوں میں برطانوی استعمار کی خدمت گزاری اپنے اوپر فرض کر لی، وہ مسلمانوں کے روپ میں ان ممالک میں جاتے اور رہتے لیکن عقیدتاً انہیں کافر سمجھ کر انہیں سبوتاژ کرتے، تمام اسلامی ملکوں کے مسلمان ان کے ظواہر سے دھوکا کھاتے، المختصر قادیانی امت کے افراد اسلامی مملکتوں میں برطانیہ کا ففتھ کالم تھے۔

علامہ اقبالؒ نے قادیانی امت کے عمیق مطالعہ کے فوراً ہی بعد ہندوستان کی برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ مرزائیوں کو مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے، وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نقب لگا کر ایک علیحدہ امت پیدا کرتے ہیں، مرزا غلام احمد خود کوئی امت پیدا نہ کر سکتے تھے، اگر وہ الگ امت پیدا کرتے تو اسلامی ملکوں میں انگریزی استعمار کے لئے مفید نہ ہوتے، انہوں نے اپنے پیرووں کی جمعیت کو اس طرح ڈھالا کہ وہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے لیکن کام ان سے اس طرح لیا، گویا وہ مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ اور جماعت ہیں۔

علامہ اقبالؒ قادیانی امت کے الگ تھلگ عقائد، ان کی اسلام سے غداری اور برطانوی استعمار کی خدمت گزاری سے اس قدر بدظن ہو گئے کہ انہوں نے نہ صرف احمدیوں کو مسلمانوں سے الگ کر دینے کا مطالبہ انتہائی شدت سے کیا، بلکہ مسلمان اداروں سے انہیں نکلوا دیا، لاہور ہائی کورٹ کے ایک جج مرزا ظفر علی بھی حضرت علامہ کے دید ہو گئے اور اس طرح انگریزی خواندہ جماعت کی ایک بڑی تعداد میں بھی ان کی علیحدگی کا مطالبہ قائم ہو گیا۔

علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

(۱)......"قادیانی مسلمانوں میں صرف سیاسی فوائد کے حصول کی خاطر شامل ہیں، ورنہ وہ تمام عالم اسلام کو اپنے عقائد کی رو سے کافر قرار دیتے ہیں۔"

(۲)......"وہ اسلام کی باغی جماعت ہے اور مسلمانوں کو اس مطالبہ کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو ان سے الگ کر دیا جائے۔"

(۳)......"وہ مسلمانوں میں یہودیت کا شنی ہیں۔"

برصغیر کی آزادی تک قادیانی امت کی تاریخ میں ایک شوشہ یا ایک نقطہ بھی ایسا نہیں، جس سے معلوم ہو کہ وہ اس برصغیر کی جدوجہد آزادی سے موافق تھے یا کبھی انہوں نے برطانیہ سے ہندوستان چھوڑنے کا مطالبہ کیا ہو، ان کی غیر مختتم کاسہ لیسی کے باوجود برصغیر آزاد ہوگیا، ہندوستان آزاد ہوا، پاکستان قائم ہوا تو برطانیہ سے ان کی وابستگی کے لئے ہندوستان میں کوئی جگہ نہ تھی اور نہ وہاں رہ کر وہ مختلف محاذوں پر برطانیہ کے لئے ففتھ کالم ہوسکتے تھے، انہوں نے پاکستان کا رخ کیا، پنجاب میں آزادی سے کچھ عرصہ بعد تک سر فرانسس موڈی انگریزی گورنر تھا، اس کے سامنے برطانوی استعمار کے مختلف پلان تھے، چنانچہ اس کی معرفت ربوہ قادیانی امت کو ملا، یہ ان کے لئے اس طرح کا ایک نگر تھا، جس طرح امریکیوں نے پشاور سے کوہاٹ کی طرف بڈھ بیر کے مقام پر اپنا ایک عسکری مرکز قائم کیا تھا اور وہاں کسی پاکستانی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔

جن لوگوں نے مرزائیت کے تعاقب کی تحریک چلائی، ان میں زعمائے احرار مسلم لیگ میں شامل نہ تھے اور نہ پاکستان کو ہندوستان کے مسلمانوں کا سیاسی حل سمجھتے تھے، علامہ اقبالؒ پاکستان بننے سے پہلے وفات پاگئے، مولانا ظفر علی خان گور کنارے تھے، مرزا بشیر الدین محمود کو خیال ہوا کہ ان کے مخالف جو متحرک اور اشجع ہیں، مسلم لیگ میں عدم شمول کے باعث اب پاکستان میں سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے، مسلمانوں نے انہیں مسترد کردیا ہے، اس مفروضہ پر اس نے پاکستان کو اپنی ریاست بنانے کی اندرونی مہم کا آغاز کیا، اس نے جنرل سر ڈگلس گریسی کے ایماء پر ''جہاد کشمیر'' کے نام پر ''فرقان بٹالین'' قائم کی، یہ اس شخص کا اقدام تھا، جس کے باپ مرزا غلام احمد نے جہاد کو الہاماً منسوخ کیا تھا اور جو برطانوی عہد میں خود بھی منسوخی جہاد کا داعی تھا۔

**بلوچستان کو قادیانی مرکز بنانے کا ناکام منصوبہ:**...... مشرقی پاکستان کے پاکستان سے کٹ جانے کے بعد آج مغربی پاکستان میں بلوچستان عالمی طاقتوں کی بدولت ایک سیاسی مسئلہ ہے اور وہاں بیرونی نگاہیں ٹکی ہوئی ہیں، انگریزوں نے برصغیر چھوڑنے سے پہلے بلوچستان کے موجودہ گورنر نواب آف قلات کو اپنے ڈھب پر لانا چاہا کہ وہ بلوچستان کو نیپال کی طرح آزاد حکومت دینا چاہتے ہیں، مسٹر ڈی وائی فل (پولیٹیکل ایجنٹ کوئٹہ) نے نواب قلات کو ترغیب دی کہ انگریز برما اور لنکا کی طرح بلوچستان کو آزاد ریاست کا درجہ دینے کے لئے تیار ہیں، ان دنوں بلوچستان کا ایجنٹ جنرل جیفر بے تھا، وہ خود قلات گیا اور گارڈ ماؤنٹ بیٹن کا پیغام دیا کہ وہ بلوچستان کو آزاد ریاست بنانے کے لئے تیار ہیں، لیکن قائد اعظم مطلع ہوگئے اور بیل منڈھے نہ چڑھی، آخر برطانوی حکومت کے ان سیاستدانوں نے مرزا محمود سے طویل ملاقات کر کے بلوچستان کا پلان ان کے حوالے کیا اور خود چلے گئے، مرزا محمود نے جولائی ۱۹۴۸ء میں کوئٹہ کا دورہ کیا اور بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کا اعلان کیا۔ ان کا یہ خطبہ ۱۴/ اگست ۱۹۴۸ء کے الفضل میں درج ہے۔

اگر ۱۹۵۳ء میں قادیانیت کے خلاف مجلس عمل کی تحریک نہ چلتی تو مرزائی پاکستان میں استعماری سیاست کے حسب

ہدایت اپنے قدم جما رہے تھے، اس تحریک نے تمام ملک کو چوکنا کر دیا، قادیانی تبلیغ ہمیشہ کے لئے رک گئی اور تمام مسلمان ان سے باخبر ہوگئے، لیکن سر ظفر اللہ خان نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے بیرون پاکستان اپنی ساکھ قائم کرلی اور عالمی استعمار سے اس کی ضرورتوں کے تابع ناطہ قائم کرلیا، ادھر ملک استعماری اور نظریاتی طاقتوں کے محور میں چلا گیا، ادھر قادیانی استعماری طاقت کے مہرے ہوگئے۔

**مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں قادیانیوں کا کلیدی کردار:**......چین، امریکا اور روس دونوں کے لئے خطرہ یا پرابلم ہو چکا تھا، دونوں محسوس کرتے تھے کہ ہندوستان سوشلسٹ ہوگیا تو پھر ایشیا اور افریقہ میں انہیں کوئی سا مقام یا رسوخ حاصل نہ ہوگا، کیونکہ اس طرح ایک ارب اور بیس کروڑ انسان سوشلسٹ ہوجاتے تھے، ان عالمی طاقتوں نے ہندوستان کو ساتھ ملا کر چین کے خلاف محاذ بنانا چاہا، ہندوستان کا جواب یہ تھا کہ اس کے دو طرف مشرقی و مغربی پاکستان دشمن کی حیثیت سے موجود ہیں، جب تک وہ ہیں، ہندوستان کا ایسے محاذ میں شامل ہونا مشکل ہے، امریکا اور روس نے صدر ایوب سے کہا کہ وہ ہندوستان سے مشترکہ دفاع کرلے، صدر ایوب نے مشکلات پیش کیں اور عذر کیا، اس پر دونوں طاقتیں پاکستان اور ایوب خان کے خلاف ہوگئیں، اسی ناراضی کا نتیجہ ۱۹۶۵ء کی جنگ تھی جو استعماری طاقتوں کے پاکستانی گماشتوں کی پخت و پز سے معرض وجود میں آئی، خدا نے پاکستانی فوج کے بازوؤں کو توانائی دے کر پاکستان کو بچالیا، ورنہ نقشہ مختلف ہوتا اور جانے کیا ظہور میں آتا، عالمی طاقتیں سمجھتی تھیں کہ مغربی پاکستان کے اعضاء فتح ہوگئے اور اس کی شکل بدل گئی تو مشرقی پاکستان کسی تردد کے بغیر خود بخود الگ ہوجائے گا لیکن قدرت کو منظور نہ تھا، پاکستان محفوظ نہ تھا، پاکستان محفوظ ہوگیا، لیکن اس کے ساتھ عالمی طاقتوں کے ہتھے چڑھ گیا، مشرقی پاکستان کبھی الگ نہ ہوتا لیکن عالمی طاقتوں کے جو ایجنٹ مغربی پاکستان میں حکومت کی مشینری کے بڑے بڑے عہدوں پر کام کر رہے تھے، انہوں نے مشرقی پاکستان کو کاٹ دیا اور قادیانی اس منصوبے کے سرخیل تھے، مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کے خلاف معاشی استحصال کا جو غصہ تھا، اس کو سوا کرنے والا مرزا غلام احمد کا پوتا مرزا بشیر الدین کا بھتیجا اور داماد ایم ایم احمد تھا جو ایوب خان کے زمانہ میں بیرونی پشت پناہی سے مالیات کا انچارج تھا اور آج ان استعماری خدمات کے صلہ میں عالمی بینک کا اہم عہدیدار ہے، لطف یا ستم یہ کہ پاکستان میں ایٹمی توانائی کا سربراہ عبدالسلام بھی قادیانی ہے۔

**پاکستان کی تقسیم کا بھیانک منصوبہ:**......ظفر اللہ خان، ایم ایم احمد اور عبدالسلام تینوں ہی پاکستان سے باہر لندن کی جلوہ گاہ میں رہتے اور واشنگٹن کے اشارۂ ابرو پر رقص کرتے ہیں، قادیانی ہائی کمانڈ نے ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں پاکستان کے اسلامی ذہن کو اسرائیل کے روپے کی طاقت پر سبوتاژ کیا اور اس کے بعد سے ملک کے غیر اسلامی ذہن کی معرفت پاکستان کی معاشی و عسکری زندگی پر قابض ہو رہے ہیں، یورپ کی نظریاتی و استعماری طاقتیں نہ تو اسلام کو

بطور طاقت زندہ رکھنے کے حق میں ہیں اور نہ اس کی نشاۃ ثانیہ چاہتی ہیں، ہندوستان کی خوشنودی کے لئے پاکستان ان کی بندر بانٹ کے منصوبے میں ہے، وہ اس کو بلقان اور عرب ریاستوں کی طرح چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم کرنا چاہتی ہیں، ان کے سامنے مغربی پاکستان کا بٹوارا ہے، وہ پختونستان، بلوچستان، سندھو دیش اور پنجاب کو الگ الگ ریاستیں بنانا چاہتی ہیں، ان کے ذہن میں بعض سیاسی روایتوں کے مطابق کراچی کا مستقبل سنگاپور اور ہانگ کانگ کی طرح ایک خود مختار ریاست کا ہے، خدانخواستہ اس طرح تقسیم ہوگئی تو پنجاب ایک محصور (Sandwitch) صوبہ ہو جائے گا، جس طرح مشرقی پاکستان کا غصہ مغربی پاکستان میں صرف پنجاب کے خلاف تھا، اسی طرح پختونستان، بلوچستان اور سندھو دیش کو بھی پنجاب سے ناراضی ہوگی، پنجاب تنہا رہ جائے گا تو عالمی طاقتیں سکھوں کو بھڑکا کر مطالبہ کرادیں گی کہ مغربی پنجاب ان کے گوروؤں کا مولد مسکن اور مرگھٹ ہے، لہٰذا ان کا اس علاقہ پر وہی حق ہے جو یہودیوں کا فلسطین (اسرائیل) پر تھا اور انہیں وطن مل گیا، عالمی طاقتوں کے اشارے پر سکھ حملہ آور ہوں گے، اس کا نام شاید پولیس ایکشن ہو، جانبین میں لڑائی ہوگی لیکن عالمی طاقتیں پلان کے مطابق مداخلت کر کے اس طرح لڑائی بند کرادیں گی کہ پاکستانی پنجاب بھارتی پنجاب سے پیوست ہو کر سکھ احمدی ریاست بن جائے گا، جس کا نقشہ اس طرح ہوگا کہ صوبہ کا صدر سکھ ہوگا تو وزیراعلیٰ قادیانی، اگر وزیراعلیٰ سکھ کا ہوگا تو صدر قادیانی، اسی غرض سے استعماری طاقتیں قادیانی امت کی کھلم کھلا سرپرستی کر رہی ہیں، بعض مستند خبروں کے مطابق سر ظفر اللہ خان لندن میں بھارتی نمائندوں سے پخت و پز کر چکے ہیں۔"

قادیانی اس طرح اپنے نبی کا مدینہ (قادیان) حاصل کر پائیں گے جو ان کا شروع دن سے مطمح نظر ہے اور سکھ اپنے بانی گورونانک کے مولد میں آجائیں گے، یہی دونوں کے اشتراک کا باعث ہوگا، قادیانی عالمی استعمار سے اپنی ریاست کا وعدہ لے چکے ہیں اور اس کے عوض عالمی استعمار کے گماشتہ کی حیثیت سے اسرائیل کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے وہ مسلمانوں کی صف میں رہ کر عرب ریاستوں کی بیخ کنی اور مخبری کے لئے افریقہ کی بعض ریاستوں میں مشن رچا کے بیٹھے ہیں اور حیفا (اسرائیل) میں حکومت یہود کے مشیر برائے اسلامی ممالک ہیں، وہ پاکستان حکمران جماعت کے ہاتھوں سرحد و بلوچستان کی نمائندگی جماعت کو پٹوا کر پنجاب و سندھ میں اسلامی ذہن کے قتل عمد سے مدعودہ استعماری صوبہ کی آبیاری کر رہے ہیں اور اس وقت طاقتوں کی معرفت اسرائیل و ہندوستان کے آلۂ کار ہیں اور یہ ہے ان کا سیاسی چہرہ جس سے ان کا داخلی وجود ظاہر ہوتا ہے۔

☆......☆......☆